OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

مدنی زندگی میں "تصورامت" کا تدریجی ارتقاء: وائل حلاق کے افکار کا خصوصی مطالعہ

Evolution of the concept of Ummah in the Madani life of the Holy Prophet (PBUH): A Study of Wael Hallaq's Thoughts

Dr. Abdul Basit

Founder & Chairman Muslim Research Scholars Organization/Faculty Member, Department of Islamic Studies, Virtual University of Pakistan

Sadia Shabbir

Doctoral Candidate, Department of Islamic studies, GC University Faisalabad

Shaheen Shahzadi

Doctoral Candidate, Department of Islamic studies, University of Okara

Abstract

Today, the primary issue facing any modern culture is moral decay. The harm that results from this impacts each person as well as society. Given the significance of moral philosophy, many academics in the West are attempting to resolve moral issues. Among them are the well-known names of Weber, Kelsen, Schmidt, Marx, Foucault, Gramsci, and Cartwright David. The project of Professor Wael Hallaq is very crucial in this regard. Among western scholars, there is a little difference in the understanding of each term based on knowledge; in the same way, there is a difference in the introduction and formation of the philosophy of ethics. Despite the disagreement

CC BY

with Wael Halaq on this basis, the dialogue can be carried forward in the formation of a **"modern project"** for the reform of society. Its possible situation is the reformation of the **"Concept of Ummah"** along with the reformation of other theories of Hallaq. In the teachings given by Allah, there is a universal concept of the unity of Ummah and religion. Despite this, according to the will of God Almighty, the difference in human thoughts and actions has been the reason for the formation of "new nations.". In the seventh century (610 A.D.), Allah Almighty organized the reformation of humanity away from the path of guidance by sending the Messenger of Mercy (peace be upon him). The Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) provided equal opportunities for social construction to other nations with the establishment of Islamic Sharia supremacy for the welfare of humanity. Even today, the Muslim Ummah should be strong and united and move forward to fulfill this duty and the Sunnah of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him). Moral reform is one of the basic teachings of Islam. According to the Holy Quran, the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) was awarded the highest status of morals. Thus, it is appropriate to welcome any person or country that aspires to restructure contemporary states under the primacy of Islamic Sharia and is prepared to collaborate with Muslims in resolving issues. The article under discussion describes the development of the "Islamic Concept of Ummah" within the framework of the many ideas of Wael Hallaq. In this context, it presents suggestions for the solution of contemporary global problems as a philosophy of ethics in the form of **"Unity of Nation".**

Key words:

Ethics, Ummah, Unity of the nation, Modern Project, Sunnah of the Prophet (peace be upon him), Welfare of humanity

تمہید

ہمارے ہاں بہت سے اہل علم سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کے اہم واقعات میں سے میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ کو امن معاہدوں اور فروغ رواداری کے تصورات سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن مغربی علماء کی فکر کے نمائندہ کی حیثیت سے وائل حلاق تغیر قبلہ اور میثاق مدینہ جیسے واقعات کو وحدت امت یا وحدت انسانیت کے تصور کی حیثیت سے دیکھنے کی بجائے تفریق انسانیت اور تصورامت مسلمہ کی بنیاد کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حلاق کے ایسے نظریات کی تفصیلات پیش کرنے سے قبل امت کا قرآنی تصور پیش کرنا ضروری ہے تاکہ دونوں تصورات کا فرق اوران کے نتائج واثرات کا اندازہ لگایا جاسکے۔

وحدت انسانیت (امت) کا قرآنی تصور

انسان کائنات کی افضل ترین مخلوق ہے انسان کی فضیلت کا سبب علم وعرفان ہے اسی وجہ سے فرشتوں کو بھی انسان کی تعظیم کا حکم ملا اوراللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیفہ بنایا اوراسے روزاول سے اپنی معرفت اور دین حق کی پہچان عطا کردی۔ قرآن کریم کے مطابق اسلام بنی نوع انسان کا اولین وآخری دین ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ-وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ-وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ** بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور جنہیں کتاب دی گئی انہوں نے آپس میں اختلاف نہ کیا مگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد، اپنے باہمی حسد کی وجہ سے۔ اور جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرے تو بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔[1] احکامات خداوندی کے نزول کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اوراس کی تکمیل نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔ارشاد فرمایا: **اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا** تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔[2]

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا۔ تو کتب ساویہ میں سے تورات وانجیل کے ماننے والے جزیرۃ العرب میں یہود ونصاریٰ کے نام سے جانے جاتے تھے۔ حقیقتا توریت وانجیل بھی اسلام کی ہی تعلیمات تھیں چونکہ دین روز ازل سے اسلام ہی ہے۔[3] لیکن علمائے اہل کتاب یہود ونصاریٰ نے ان میں تحریف کی جس کے سبب ہدایت سے دور ہوگئے۔ تحریف سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> **مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِؕ-وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَۙ-وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا**
>
> کچھ یہودی کلاموں (ارشاداتِ خداوندی) کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لیے اور اگر وہ کہتے کہ

ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لیے بھلائی اور راستی میں زیادہ ہوتا لیکن اُن پر تو اللہ نے لعنت کی اُن کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑا۔[4]

مذکورہ بالا ایت کی روشنی میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں کہ یہ تحریف لفظی تھی یا معنوی؟ اس کی تفصیلات کے لیے ضروری ہے کہ "کتب ساویہ میں تحریف" کے نظریے کو سمجھا جائے۔ شاہ ولی اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق معنوی تحریف تھی۔[5] قرآن میں بھی اس کے شواہد موجود ہیں۔[6] بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریف کے نتیجے میں دین کی نئی شکلیں یہودیت وعیسائیت یا نصرانیت کی شکل میں سامنے آئیں۔ لیکن اللہ نے ان نئے ادیان کو قبول نہ کیا اور اسلام کو ہی حقیقی دین قرار دیا۔ یہ وہ دین ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا۔ اور یہی وہ ملت ہے جس کا نام مسلمان رکھا گیا۔ ارشاد فرمایا: **وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ-هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ-مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ-هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ** اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا اس (کی راہ) میں جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں منتخب فرمایا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی جیسے تمہارے باپ ابراہیم کے دین (میں کوئی تنگی نہ تھی)۔ اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔[7] مذکورہ ایت قرآنی واضح کر رہی ہے کہ ملت حنیف ہی ملت اسلامیہ ہے۔ یہی پیغام سابقہ کتب ساویہ میں بھی موجود تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوٹوک فیصلہ فرمادیا کہ "اسلام" کے علاوہ کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ متعلقہ ارشاد ربانی حسب ذیل ہے:

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُۚ-وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔[8]

اسلام بطور دین حنیف (دین انسانیت) کے دیگر شواہد بھی قرآن سے ملتے ہیں۔ جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔ مزید تفصیل سے قبل حلاق کے نظریات کا مختصر خاکہ یہاں پیش کیا گیا ہے۔

حلاق کے بنیادی تصورات

وائل حلاق کے مطالعہ اور انٹرویوز[9] سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ روایتی استشراقی فکر سے منفرد فکر کے حامل ہیں۔ وائل حلاق کی فکر کے دو پہلو ہیں۔ ایک کا تعلق اسلامی قانون سے ہے[10] جس کے تین اجزاء کیے جاسکتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

Ist Aspect	Poisitve feature of Hallaq's Ideology	Negative feature of Hallaq's Ideology
Pre-Modern debates	Critique at oriental approach[12]	Collection of misconceptions[11]
Modern Debates	True analysis of Issues[14]	Incomplete philosophy for solution of issues[13]

Post-Modern Debates	Focus on importance of Moral Philosophy[16]	Fails in analyzing to adopt true moral philosophy.[15]

دوسرے پہلو کا تعلق جدید ریاست یا اسلامی ریاست یعنی اسلامی سیاسی نظام سے ہے۔ جس کے دو اجزاء کیے جاسکتے ہیں۔ پہلے جزو کا تعلق ما قبل جدیدیت کی اسلامی ریاست اور اسلامی قانون سے ہے جبکہ دوسرے جزو کا تعلق جدیدیت کے پیریڈ میں پیدا ہونیوالے سیاسی و قانونی تصورات سے ہے۔ پہلے نقطہ نظر کے اعتبار سے وہ استشراقی فکر کے ناقد و مصلح نظر آتے ہیں جبکہ خود اسلامی قانون کے ارتقائی تصور کے علمبردار نظر آتے ہیں۔ مسلم نقطہ نظر سے استشراقی فکر پر حلاق کا نقد لائق تحسین ہے۔ لیکن حلاق کا پیش کردہ اسلامی قانون کا ارتقائی تصور مسلم نقطہ نظر کے مطابق قابل اصلاح ہے۔ اس کی اصلاح کا سب سے اہم نقطہ یہ ہے کہ وہ اسلامی قانون یا شریعت اور قرآن میں جو فرق کرتے ہیں وہ اصلاح کا متقاضی ہے۔ ایسی فکر کے مطابق نصوص یعنی قرآن و حدیث شریعہ یا اسلامی قانون نہیں ہیں بلکہ یہ مصادر ہیں۔ یہ مصادر بھی متغیر ہیں اور انسانی فکری ارتقاء سے تشکیل پائے ہیں۔[17] اسلامی قانون یا شریعت فقہی استنباط ہے جو انسانی عقلی کاوش ہے۔ یعنی اسلامی قانون عقل و وحی کے تعلق سے پیدا ہونیوالا نیا قانون ہوتا ہے۔ حلاق اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں

> An Introduction to Islamic lawn, Islamic legal tradition adopted the position that, while our reason is to be exercised to its fullest capacity, the content of rational thinking must be predetermined, transcendental and above and beyond what we can infer through our mental faculties. Implied in this thinking was the assumption that humans simply do not understand all the secrets of the world, so that attempting to control it is to be vain and arrogant. God is the One who created the world and therefore the One who knows its secrets. We may exercise our intellects to their fullest capacity, but without His aid, we will overlook and misunderstand much. The content of rationality, in their thinking, must thus be predetermined by the all-knowing God, who has revealed a particular body of knowledge through the Quran and the Prophet. This combination, viewed as a marriage between reason and revelation, was the ultimate source of law. Law, put differently, was the child of this marriage.[18]

حلاق کے ان افکار کے مطابق دینی نصوص کی انسانی اجتہادی تعبیرات انسانی کاوش ہی رہیں۔ تو قانون اسلامی یا شریعت محض انسانی افکار یا اجتہادات کا مجموعہ ہے۔ جبکہ اسلامی نقطہ نظر سے قرآن الہامی ہے اور سنت یا حدیث محض تشریح نہیں بلکہ بالذات مصدر شرع ہے یعنی وحی خفی ہے۔ اسی طرح اجماع، قیاس وغیرہ بھی بالذات مصدر شرع ہیں چونکہ قرآنی اصول ہیں اور عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ان پر عمل کیا جاتا رہا۔ اور انہیں شارع نے خود ہی یہ حیثیت دی ہے تو یہ عین شرع ہیں۔ اس لیے ان سے اخذ ہونیوالا نتیجہ یا حکم بھی عین شرع ہی ہوا۔ وائل حلاق اسلامی قانون کے مصادر کے ارتقاء کو جس طرح انسانی ارتقائی عوامل کے تاثر کے ساتھ پیش کرتے ہیں یہ قابل تحقیق واصلاح طلب ہیں۔ دوسرا اہم نقطہ اس کا تصورامت ہے جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ مسلم امہ کے لیے قرآن پر عمل لازم سمجھتے ہیں لیکن اہل کتاب کے لیے ان کی کتابوں پر عمل ضروری سمجھتے ہیں۔[19] جہاں تک اسلامی ریاست (اسلامی سیاست) اور جدید ریاست کا تعلق ہے۔[20] اس سلسلہ میں وہ مسلم فکر کے ناقد اور اصلاح کے داعی ہیں۔ اور مسائل کے حل کے لیے فلسفہ اخلاق کی تشکیل نو کا درس دیتے ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں ان کے بیانات میں تضاد پایا جاتا ہے۔ وہ مغربی استعماری اثرات پر تو نقد کرتے ہیں دوسری طرف عہد اول میں خلافت راشدہ وعہد بنوامیہ میں مسلم استعماری تصور پیش کرتے ہیں۔[21] اور ساتھ ہی اسے فطری چیز بھی قرار دیتے ہیں۔[22] یہ ان کی فکر کا تغیر ان کی منتشر خیالی واضح کرتا ہے اور ہم اسے نظریہ تغیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ حلاق کے دوسرے نقطہ نظر کی روشنی میں جدید پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے اگر **"تصورامت"** کا تحقیقی جائزہ لیا جائے تو ان کا تصورامت مدنی زندگی میں زیادہ واضح ہو کر سامنے آتا ہے۔ وائل حلاق مکی زندگی کو بہت کم زیر بحث لاتے ہیں جبکہ مدنی زندگی کو بطور خاص زیر بحث لاتے ہیں۔ حلاق کے مطابق مدنی زندگی میں نظریاتی تقسیم کا آغاز میثاق مدینہ سے ہوا[23] حلاق کے اس تصور کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں ایک تو ما قبل مستشرقین کا مطالعہ دوسرا اسلامی قانون کے ارتقاء کے فطری تقاضوں کو انسانی تقاضوں سے مشابہ سمجھنا۔ حالانکہ اسلام کا پیغام روز اول سے انسانیت کو ایک وحدت میں پرونا اور بھٹکے ہوئے لوگوں، گمراہ کن نظریاتی تقسیم کو دین اسلام کے فطری پیغام سے روشناس کرانا تھا۔ اس لیے جو فکر اسلام کے اس ازلی وابدی پیغام سے متصادم ہوتی اس نے اس سے الگ رہنا ہی تھا۔ وہ یہود ونصاریٰ جو اسلام کے ابدی پیغام کی حقانیت سے واقف تھے وہ اصل کی طرف لوٹ گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مان لیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جن میں معروف نام حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا ہے۔ لیکن جو نفسانی خواہشات اور گمراہ فکر کے علمبردار تھے انہوں نے تحریف وبغاوت جاری رکھی اور شقی قرار پائے۔

تصور قانون کی اصلاح

اسلامی قانون کے ارتقاء سے متعلق وائل حلاق کے نظریات کی اصلاح کے لیے قرآن، تدوین قرآن، تفہیم قرآن، حدیث، تدوین حدیث، تاریخ حدیث وغیرہ بنیادی تصورات کی اصلاح ضروری ہے۔ علم الفقہ واصول الفقہ (قانون / شریعت) کی بنیاد کب پڑی؟ حلاق کے مطابق یہ دوسری صدی کا تصور ہے۔ تصور حدیث بطور مصدر شرع کب پیدا ہوا؟ جمہور مستشرقین کے مطابق تصور حدیث من گھڑت وموضوع چیز ہے۔ جو دوسری صدی میں پیدا کیا گیا۔ حلاق اس سلسلہ میں تصور حدیث اور سنت میں فرق کے قائل ہیں۔[24] ان کا بیان کردہ فرق مسلم ومستشرق دونوں افکار سے منفرد ہے۔ حدیث کو مآخذ قانون قرار دیتے ہیں لیکن اسے دوسری صدی کی ہی پیداوار سمجھتے ہیں۔ جبکہ سنت کو ما قبل اسلام عرب قبائلی روایت قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح

اسلامی قانون یعنی شریعت کو قرآن و سنت سے الگ گردانتے ہیں یہ فکر غامدیت سے مماثلت ہے۔ اوراس کے تین مصادر عہد اول میں شمار کرتے ہیں۔[25] حالانکہ یہ مصادر نہیں ہیں۔ بلکہ اطلاقی دائرہ کار ہے۔ اسی طرح حلاق دراصل تصور حدیث کے معاملہ میں قدیم استشراقی فکر کے ناقد ہیں۔ اس سلسلہ میں اہم سوال یہ ہے کہ حدیث یا سنت کا تعلق عملی زندگی سے تھا۔ تصور حدیث و تدوین حدیث اور تاریخ تدوین حدیث کے تصورات تاریخ حدیث اور فقہ الحدیث کو پڑھے بغیر نہیں سمجھے جاسکتے۔ حلاق نے چونکہ اسلام کو بھی بطور اسلام نہیں سمجھا بلکہ محض ایک کامیاب اخلاقی نظام حیات کی حیثیت سے حسن نظر سے دیکھا ہے۔ اس لیے اسلامی قانون سے متعلق ان کے تدریجی وارتقائی تصورات میں فکری غلطیاں کافی ہیں۔ ان کی اصلاح کے لیے محض اصطلاحات کے مفاہیم اوران کے ارتقاء کے تاریخی و تدریجی انسانی تعبیرات کے تصورات کو سمجھنا کافی نہیں ہو گا۔ بلکہ انہیں بطور دین (الہامی ضابطہ حیات) سمجھنا ضروری ہے۔

تصور امت کی اصلاح

وائل حلاق کے نزدیک ہجرت مدینہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلد ہی عرب روایات کو اسلامی قانون میں جگہ دینا شروع کر دی۔ جبکہ دوسری طرف اہل کتاب سے امتیاز کے آثار بھی واضح ہونے لگے۔ اسی بناء پر ان کے نزدیک اسلام درحقیقت مشرکین کی بجائے اہل کتاب کے لیے زیادہ بڑا چیلنج تھا۔ اہل کتاب سے امتیاز کی بنیاد "تصور امت" کو قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں تغیر قبلہ کے واقعہ اور سورۃ المائدۃ کی ایت 42–50 کو بنیاد بناتے ہیں۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ حقیقتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ملت حنیف کی طرف دعوت تھا جو انسانی تفریق وامتیاز کی بجائے وحدت انسانیت کا پیغام تھا۔ قرآن کریم کی سورۃ البقرۃ کی ایت نمبر 213 میں اللہ تعالیٰ نے امت کا ایک عمومی تعارف پیش کیا۔ ارشاد فرمایا: **كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ** تمام لوگ ایک دین پر تھے تو اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈر سناتے ہوئے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان کے اختلافات میں فیصلہ کر دے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے ہی اپنے باہمی بغض و حسد کی وجہ سے کتاب میں اختلاف کیا (یہ اختلاف) اس کے بعد (کیا) کہ ان کے پاس روشن احکام آچکے تھے تو اللہ نے ایمان والوں کو اپنے حکم سے اُس حق بات کی ہدایت دی جس میں لوگ جھگڑ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔[26] قرآن کریم نے وحدت امت کی نشاط ثانی کے لیے اسوہ ابراہیمی کو لائق تقلید قرار دیا اور ملت حنیف کو "سمٰکم المسلمین" سے حتمی وابدی پہچان عطا کی۔ ارشاد فرمایا:

> **وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ-هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ-مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ-هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ-فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ-هُوَ مَوْلٰىكُمْ-فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ**

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا اُس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی تمہارے باپ ابراہیم کا دین اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تاکہ رسول تمہارا نگہبان و گواہ ہو اور تم اور لوگوں پر گواہی دو تو نماز برپا رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو وہ تمہارا مولیٰ ہے تو کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار[27]

ملت ابراہیمی کے آخری علمبردار اور پیغام الہیٰ عزوجل کے مبلغ وشارع خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقدامات اللہ تعالیٰ کے منظم نظام اور دعائے خلیل کی عملی صورت تھے۔ سورۃ البقرۃ کی ایت نمبر 128 سے 134 تک کے مطالعہ سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسانیت کی فلاح کا حتمی واجتماعی پیغام جسے عطا کیا گیا وہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ ارشاد فرمایا:**رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ه وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ** اے ہمارے رب:اور ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار رکھ اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی امت بنا جو تیری فرمانبردار ہو اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھادے اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بیشک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اے ہمارے رب! اور ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو اِن پر تیری آیتوں کی تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب پاکیزہ فرمادے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ اور ابراہیم کے دین سے وہی منہ پھیرے گا جس نے خود کو احمق بنا رکھا ہو اور بیشک ہم نے اسے دنیا میں چن لیا اور بیشک وہ آخرت میں ہمارا خاص قرب پانے والوں میں سے ہے۔[28] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دین فطرت کے ابدی پیغام کی اشاعت کا آغاز کیا تو ملت حنیف کے دعویدار تین طبقات عرب میں موجود تھے۔ ان میں سے ایک یہود، دوسرے نصاریٰ اور تیسرے مشرکین عرب تھے۔ مذکورہ بالا قرآنی آیات بالعموم ان تینوں طبقات کے لیے ہدایت کا سامان ہیں۔ تاہم ہجرت مدینہ کے بعد سورۃ المائدہ کی ایت نمبر 40 سے 50 تک کے مضامین تمام اہل کتاب کے لیے پیغام ہدایت ہیں۔ معاصر پروفیسر وائل حلاق نے امت کے تدریجی تصور کا استنباط درج ذیل دو تاریخی واقعات سے کیا۔ اور اسی ضمن میں سورۃ المائدۃ کی آیات کا وہ مفہوم بیان کیا جو گائٹن نے اخذ کیا۔[29] اس کی تفصیل ذیل میں دی گئی ہے۔

قبلہ کی تبدیلی کا تصور

حلاق اس تصور کو سیاسی و قانونی اعتبار سے انقلابی و متغیر قدر کے طور پر لیتے ہیں جو کہ درست نہیں۔ قرآن کی مذکورہ بالا آیات کے مطابق تحویل قبلہ ایک فطری عمل کا تسلسل تھا جس کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی اور خواہش حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تکمیل اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی۔ سورہ بقرہ کی ایت 150-142 میں تحویل قبلہ کا یہی مضمون پیش کیا گیا ہے۔ تحویل قبلہ کے سلسلہ میں حلاق کے نظریات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

Muhammad (PBUH) had to adjust to new realities after moving to Madina because he was no longer competing for

admiration but rather acting as the leader. Along with the Meccan tribes, he also had to cope with the Medinan Jews, who opposed him and were suspicious of his new doctrine. He was very disappointed by their stance and decided to depart from several of the customs that the new religion had previously shared with Judaism. At last, the Ka'ba took the place of Jerusalem as the Holy site of early Islam.[30]

مدینہ منتقل ہونے کے بعد محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نئی حقیقتوں سے ہم آہنگ ہونا پڑا کیونکہ وہ اب تحسین کے لیے جدوجہد نہیں کر رہے تھے بلکہ رہنما کے طور پر کام کر رہے تھے۔ مکہ کے قبائل کے ساتھ ساتھ، اسے مدینہ کے یہودیوں سے بھی مقابلہ کرنا پڑا، جو اس کی مخالفت کرتے تھے اور اس کے نئے عقیدہ پر شک کرتے تھے۔ وہ ان کے موقف سے بہت مایوس ہوا اور اس نے متعدد رسوم ورواج کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا جو نئے مذہب میں، پہلے یہودیت کے ساتھ مشترک تھے۔ آخر میں، کعبہ نے ابتدائی اسلام کے مقدس مقام کے طور پر یروشلم کی جگہ لے لی۔

میثاق مدینہ کا تصور

حلاق کے نزدیک میثاق مدینہ نے مسلم تصورامت کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ اس سلسلہ میں حلاق نے اپنے نظریات کی بنیاد سورۃ المائدۃ کی ایت نمبر 42 تا 50 پر رکھی۔ ان آیات سے انہوں نے یہود ونصاریٰ دونوں کے لیے الگ الگ اقدامات کی تشکیل کا تصور پیش کیا ساتھ ہی اسے میثاق مدینہ سے بھی مربوط کیا۔ جو ان آیات کے نزول سے بھی پہلے عمل میں لایا جا چکا تھا۔ یہود ونصاریٰ سے تعلق کی بناء پر حلاق کے خیالات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

یہود ونصاریٰ سے تعلقات

حلاق قرآن کی سورۃ المائدۃ کی روشنی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہود ونصاریٰ کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی پالیسی کی وضاحت کرتا ہے۔ اور ان تعلقات کی بنیاد تصورامت کو قرار دیتا ہے۔ حلاق کے مطابق اس سلسلہ میں اٹھائے جانیوالے اقدامات درج ذیل ہیں:

- میثاق مدینہ کو بنیاد بنانا۔ یعنی تصورامت کا بنیادی جزو میثاق مدینہ تھا۔ حلاق رقم طراز ہیں:

Even in Mecca, Muhammad already thought of the community that he hoped to create in terms of a political and social unit. This explains his success in organizing the Arab and Jewish tribes into a body politic immediately after arriving in Medina. The so-called Constitution he drafted their points to a mind highly skilled in formulaic legal documents, which is hardly surprising

in light of the legal thrust of the Quran and the role Muhammad himself had played as an arbitration judge (Hakam). In Medina, Muhammad continued to act in the latter capacity for some time, relying in his decisions, so it seems, upon the prevailing customary law and tribal practices.[31]

- قرآن کو تورات وانجیل کے مماثل قرار دینا۔ یعنی مثل سابقہ کتب قرآن کو بھی قانونی کتاب یعنی شریعت کا درجہ دیا گیا جبکہ مکی زندگی میں یہ ایک اخلاقی اصلاح کا پیغام تھا۔ حلاق اپنی کتاب Origins and Evolution of Islamic law میں لکھتے ہیں:

Before migrating to Medina, Muhammad's mission was religious and ethical, calling for humility, generosity and belief in a God who has neither a partner nor a father nor a son, and who is dissociated from the worldly deities worshiped by the Arabian tribes. In Mecca, and probably immediately after arrival in Medina, his message was articulated in terms of continuity with Judaism and Christianity.[32]

قرآن کی الگ قانونی حیثیت اور تصور امت کی بنیاد ثابت کرنے کے لیے حلاق History of Islamic legal Theories میں لکھتے ہیں:

From the Quran we learn that at a certain point after his arrival in Medina, Muhammad came to think of his Message as one that carried with it the Law of God, just as the Torah and the Gospel did. Sûra 5, revealed at Medina, marshals a list of commands, admonitions and explicit prohibitions concerning a great variety of issues, from eating swine meat to theft Throughout, references to the Jews and Christians and to their respective scriptures recur. In 5:43 God asks, with a sense of astonishment, why the Jews resort to Muhammad in his capacity as a judge "when they have the Torah which contains the Judgment of God." The Quran continues: "We have revealed the Torah in which there is guidance and light, [and by which] the Prophets who surrendered [to God] judged the Jews, and the rabbis and priests judged by such of Allah's Scriptures as they were bidden to observe." In the next two verses, the Quran turns to the Christians, saying in effect that

God sent Jesus to confirm the prophethood of Moses, and the Gospel to reassert the "guidance and advice" revealed in the Torah. "So let the People of the Gospel judge by that which God had revealed therein, for he who judges not by that which God revealed is a sinner" (5:47)[33]

- تورات وانجیل کی بجائے قرآن کو مصدر شرع بنانا۔ یعنی مماثلت سے اگلے مرحلے میں تفرد کی راہ اختیار کی گئی۔ حلاق کے الفاظ ملاحظہ کریں:

This clearly demonstrates that the Quran considered the Jews and Christians not only as possessors of their own respective divine laws, but also as bound by the application of these laws. If the Jews and Christians were so favored, then what about the Muslims? The Quran here does not hesitate to provide an explicit answer: "We have revealed unto you the Book [te., the Quran] with the truth, confirming whatever Scripture was before it . . . so judge between them by that which God had revealed, and do not follow their desires away from the truth. . for we have madefor each of you [i.e., Muslims, Christians and Jews] a law and a normative way to follow. If God had willed, He would have made all of you one community" (5:48=; italics mine). Of course, God did not wish to do so, and He thus created three communities with three sets of laws, so that each community could follow its own law. And as was the case with the Christians and Jews, Muhammad is repeatedly commanded throughout the Quran to judge by what God has revealed unto him, for "who is better than God in judgment?" (5:49—50).

حلاق اپنے مذکورہ بالا خیالات کی تائید میں گائٹن کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

Goitein argues that Sûra 5, or at least verses 42-50 therein, was precipitated by an incident in which certain Jewish tribes resorted to the Prophet to adjudicate amongst them. It is unlikely that such an incident took place after 5 A.H., since the repeated reference to the rabbis implies a substantial Jewish presence in Medina, and this could have been the case only before the end of the fifth year of the Hijra. Be that as it may, the incident seems to have

marked a turning point in the Prophet's career. Now he began to think of his religion as one that should afford the Muslim community a set of laws separate from those of other religions. This may also account for the fact that it is in Medina that the greatest bulk of Quranic legislation took place.[34]

حلاق نے تصورامت کے تدریجی ارتقاء کی چند مثالیں بھی پیش کی ہیں مثلاً حرمت شراب کا تدریجی حکم اور قانون قسامہ کا اطلاق، حلاق کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

This is not to say, however, that the Quran provided Muslims with an all-encompassing or developed system of law. What the Quranic evidence mentioned above does indicate is a strong tendency on the part of the Prophet toward elaborating a basic legal structure. This tendency finds eloquent testimony in the stand of the Quran on the matter of the consumption of date- and grape-wine. In the Meccan phase, wines clearly were permitted: "From date-palm and grapes you derive alcoholic drinks, and from them you make good livelihood. Lo! therein is indeed a portent for people who have sense" (16:67). In Medina, the position of the Quran changes, expressing an ambivalent sense of dislike toward alcoholic beverages. "They ask you [i.e., Muhammad] about wine and gambling. Say: 'both there is sin, and utility for people'" (2:219). The sense of aversion subsequently increases: "O you who believe, do not come to pray when you are drunken, till you know what you utter" (4:43). Here, one observes a provisional prohibition which relates to consuming alcohol only when Muslims intend to pray. Finally, a categorical command is revealed in 5:90-91, whereby Muslims are ordered to avoid alcohol, games of chance and idols altogether. It is interesting that the final, decisive stand on alcohol occurs in Sura 5 which, as we have seen, marks a turning point in the legislative outlook of the Prophet…. The divine decree must not be taken to mean that all problems encountered by Muhammad were given new solutions. Although a credible historical record of this early period is still awaited, we may assert that, with

the exception of what may be called Quranic legal reform, the Prophet generally followed the existing pre-Islamic Arab practices. Two examples may serve to illustrate the point. The first is the customary law of bartering unripe dates still on the palm tree against their equal value in picked dried dates. The second concerns the law of qasama (compurgation).[35]

مذکورہ بالا بحث سے حلاق ایک الگ قوم کے تصور کی گنجائش پیدا کرتے ہیں اور مسلم تصور امت کو یہود و نصاریٰ کے بالمقابل ایک الگ قانونی حیثیت سے مدینہ میں ایک نئی شناخت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ تاریخی حقائق اس کی تائید نہیں کرتے۔ ہماری رائے میں قبلہ کی تبدیلی کے سلسلہ میں ملت حنیف کی اصل یہی ہے۔ اور قرآن نے یہ تصور اصل کی طرف لوٹا دیا اور امت کے حقیقی تصور کی طرف مدعو کیا۔ جہاں تک میثاق مدینہ کا تعلق ہے تو اس میں صرف یہودیوں کو شامل کیا گیا تھا۔ نصاریٰ اس میں شامل نہ تھے۔ جبکہ پانچویں صدی میں جس تصور کو سورۃ المائدہ کی آیات سے حلاق مستنبط قرار دے رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی قرآنی واقعات کی حقیقت کی جو تصریح بیان کرتے ہیں۔ یعنی قرآن نے جو بیان کیا وہ واقعہ ویسے ہی ہوا گویا یہ انسانی تاریخی دستاویز ہے۔ اور اسے وہ نئی امت کی تشکیل کی بنیاد سمجھ رہے ہیں۔ تو تفریق انسانیت کا تصور مکی زندگی میں اعلان نبوت سے ہی اخذ کرنے میں کونسی چیز مانع ہے؟ کلمہ شہادت کا اعلان ہی نئی امت کی تشکیل کی بنیاد تھا تو یہ عین فطری عمل تھا جس کے ذریعے گمراہ و منتشر لوگون کو نظریاتی و عملی وحدت کا پیغام دیا جارہا تھا۔ اور آج بھی انسانیت کو اسی پیغام کی ضرورت ہے۔ اہل علم نے امت کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

1. امت دعوت۔
2. امت اجابت۔

ہماری رائے میں امت دعوت کے لیے اقوام عالم میں اختلاف آراء کا فطری حل میثاق مدینہ کے پیغام میں ہے۔ جس کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ قانون سازی کا اختیار وطاقت کا سرچشمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو تسلیم کرلیا گیا تھا۔ گویا عصر حاضر میں اقوام عالم میں میثاق مدینہ کی طرز پر معاہدات سے قیام امن ممکن ہے۔ ان معاہدات میں اخلاقی بنیادوں پر معاشی، معاشرتی، سیاسی اور ثقافتی تنوع کو مدنظر رکھ کر اسلامی فلسفہ اخلاق کی روشنی میں "دعوت امت (کنتم خیرا امت)[36]" کا پیغام گلوبل طرز پر ترجیحا غیر مشروط طور پر شامل کرنا ناگزیر ہے۔ مسلم امہ یعنی امت اجابت (مسلم ریاستوں) کے لیے مواخات مدینہ کی طرز پر امن معاہدوں کے فروغ سے امن کا قیام ممکن ہے۔ بحیثیت مجموعی پیغام الہیٰ عزوجل کے حقیقی نمائندوں کی حیثیت سے امت مسلمہ کے لیے پہلے مرحلے میں باہم مواخات کی ضرورت ہے اور دوسرے مرحلے میں میثاق کی ضرورت ہے۔

خلاصۂ بحث

قومیت کا تصور اسلام میں محض شناخت کا ذریعہ ہے۔ نظریاتی تقسیم تصور امت سے قائم ہے۔ اس لیے جدید ریاستی و قومی مسائل کے حل کے لیے "مسلم تصورامت" کی نشاط ثانیہ کا کردار انتہائی اہم ہوسکتا ہے۔ اقبال نے کہا تھا:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی[37]

انسانیت کو درپیش جدید ریاستی مسائل سے نکلنے کیلئے مسلم تصورامت کی شناخت کے ساتھ اسلامی قانون کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے کوئی بھی قوم جدید پراجیکٹ میں شامل ہونے کی متمنی ہو تو ہمیں اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔ اور وائل حلاق کی فکر کا بھی اس سلسلہ میں انتہائی اہم کردار ہو سکتا ہے۔ وائل حلاق نے چونکہ استشراقی تناظر میں اسلامی قانون کے تاریخی تدریجی اور ارتقائی تصور کا مطالعہ کیا ہے اس لیے ماقبل جدیدیت (Pre-Modern) اسلامی قانون کے تصورات میں ابہام وغلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ اس کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ اس پیغام کو استشراقی تناظر میں دیکھنے کی بجائے حقیقی نقطہ نظر سے دیکھا جائے جیسا کہ وہ ہے۔ جس طرح انہوں نے جدید (Modern) تصورات کا تجزیہ درست انداز میں کیا اسی بناء پر مابعد جدیدیت (Post-Modern) چیلنجز سے نمٹنے کے لیے اخلاقی ضابطے کے بیانیہ کی کمزوری صرف اسی صورت دور ہو سکے گی جب وہ اسلام کے عالمگیر پیغام کو متغیر ومنقلب انسانی تصورات کی حیثیت سے دیکھنے کی بجائے الہامی ومستحکم پیغام کی حیثیت سے دیکھیں گے۔ تبھی انسانی حرص وحوس اور مفادات کی جنگ سے باہر نکل کر اخلاقیات کے عظیم نظام کی تشکیل ممکن ہو سکے گی اورانسانیت کو وحدت امت میں پرویا جاسکے گا۔ یہ پیغام قبلہ کی وحدت اور میثاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ملتا ہے۔ وحدت امت کا یہی اخلاقی پیغام خطبہ حجۃ الوداع کا بنیادی تقاضا بھی ہے: **يا ايها الناس! إن ربكم واحد وإن اباكم واحد، الا لا فضل لعربي على عجمي ولا عجمي على عربي ولا احمر على اسود ولا اسود على احمر إلا بالتقوى * (إن اكرمكم عند الله اتقاكم) *، الا هل بلغت؟ قالوا: بلى يا رسول الله! قال: فيبلغ الشاهد الغائب.** "سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایام تشریق کے درمیانے دن کو خطبۃ الوداع ارشاد فرمایا اور فرمایا: "لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، آگاہ ہو جاؤ! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ رنگ والے کو کالے رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت وبرتری حاصل نہیں، مگر تقویٰ کے ساتھ، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے وہ شخص سب سے زیادہ معزز ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے"، خبر دار! کیا میں نے (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا ہے؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں۔ پھر فرمایا: "حاضر لوگ یہ باتیں غائب لوگوں تک پہنچادیں۔"[38] یہی پیغام اخلاقیات کا سب سے بنیادی پیغام ہے اور امت خیر کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے جو ہم نے تمام انسانیت تک پہنچانی ہے۔

[1] آل عمران، 03:19۔
[2] المائدہ، 05:03
[3] آل عمران، 03:19
[4] النساء، 04:46
[5] قطب الدین احمد، شاہ ولی اللہ، الفضل کبیر، قدیمی، قطب خانہ، کراچی۔ صفحہ 40-141

[6] البقرہ، 02:76/ البقرہ، 02:104۔
[7] الحج، 22:78
[8] آل عمران، 03:85
[9] دیکھیں اور دیکھیں، https://www.youtube.com/watch?v=bwi8SZLFe2U, 40:30, (21.03.2024, 12:16PM)
[10] تفصیلات کے لیے دیکھیں، عبد الباسط، وائل بی حلق کی اسلامی قانون کی تفہیم کا تنقیدی مطالعہ، القمر، والیم 04، نمبر 02 (اپریل-جون 2021)۔
[11] اسلامی قانون کے مصادر کی نوعیت و حقیقت اور تدریجی ارتقاء سے متعلق غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔
[12] اسلامی قانون کے مصادر بالخصوص تصور حدیث و سنت کے ارتقاء و حجیت سے متعلق استشراقی فکر پر نقد کیا ہے۔
[13] جدید ریاست کی اسلامائزیشن ناممکن ہے اور استعماری اثرات سے نکلنے کا اخلاقی فلسفہ نامکمل ہے۔
[14] جدید ریاستوں میں اسلامی قانون کی معطلی کا سبب جدید ریاست کا استعماری تصور ہے۔
[15] اخلاقی اصلاح کے تصور کے عملی اقدامات غیر واضح ہیں۔

See, Wael Hallaq, The Impossible State (Islam, Politics and Moral Predicament), Columbia University Press, Published in 2013.

[16] تصور اخلاق کی اصلاح کی دعوت لائق تحسین ہے۔

See, Wael Hallaq, The Impossible State (Islam, Politics and Moral Predicament), Columbia University Press, Published in 2013.

[17] See, Wael Hallaq, Origins and Evolution of Islamic Law, Cambridge University Press, Published in 2004.

[18] Wael Hallaq, Introduction to Islamic Law, Cambridge University Press, published in 2009, p.15.

[19]Hallaq, Impossible state, page#172/ History of Islamic legal theories, pp.3-7

[20] ان تینوں کی تفصیل ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

For details see, https://www.youtube.com/watch?v=bwi8SZLFe2U, 1:20, (21.03.2024, 12:16PM)

[21] Ibid

[22] Wael Hallaq, Authority, Continuity, and Change in Islamic Law, Cambridge University Press, Published in 2004.p.XII.

[23] Hallaq, History of Islamic legal theories, pp.3-6

[24] جو سیکولر، مذہبی اور تاریخی دلائل پر مبنی ہے۔

See, Hallaq, Sharia, pp.45-46/ Hallaq, Origins and evolution of Islamic law, pp.47-50

[25] See, Hallaq, Origins and evolution of Islamic law, pp.01-04.

[26] Al-Baqarah,02:213.

[27] Al-Hajj,22:78.

[28] Al-Baqarah,02:130.

[29] Hallaq, History of Islamic legal theories, pp.3-6

[30] Hallaq, Origins and evolution of Islamic law, pp.27-43 / Hallaq, Sharia, pp.31-54.

[31] Ibid

[32] Hallaq, Origins and evolution of Islamic law, p.19.

[33] Hallaq, History of Islamic legal theories, p.04
[34] Hallaq, History of Islamic legal theories, pp.5-6
[35] Hallaq, History of Islamic legal theories, pp.6-7
[36] Al-Imran,03:110
[37] Muhammad Iqbal, Allama, Bang e Dara, Poem, Madhab, Verse.152, Nashir: Niaz Ahmad, Lahore, Pakistan.
[38] Saĺsalahu ạḥạdytẖ ṣaḥīḥahu, Albạny̰, Trqy̰m: 2700.